فضائل علم وعلماء

مولانا علامہ سید امیر علی

حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے کمیل رحمہ اللہ کو فرمایا کہ اے کمیل مال سے علم بہت اچھا ہے علم تیرا نگہبان اور تو مال کا نگہبان ہوتا ہے علم حاکم اور مال محکوم ہے۔ مال خرچ کرنے سے ناقص ہو جائے، جاتا رہے اور علم جتنا خرچ کرو اتنا ہی بڑھتا جائے۔ آپ ہی کا قول ہے کہ روزہ دار شب بیدار جہاد کرنے والے سے بھی عالم افضل ہے جب عالم مرتا ہے تو اسلام میں ایک رخنہ ہو جاتا ہے اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا مگر اس شخص سے بند ہوتا ہے جو اس کے بعد علم والا ہو کر اس کی جگہ قائم ہو۔ ابن عباس نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اختیار دیا گیا کہ علم و مال وسلطنت ان میں سے جو چاہو پسند کر لو انھوں نے عرض کیا کہ اب مجھے علم دے دیا جائے تو اللہ تعالی نے ان کو علم دے دیا اور مال وسلطنت کو اس کے تابع کر کے دے دیا۔ یعنی علم ان سب پر حاکم ہے تو جہاں وہ ہوگا وہاں اس کے محکوم بھی جائینگے اس لئے تم دیکھو کہ جن بادشاہوں کو علم نہیں ہوتا وہ حکومت یعنی انصاف نہیں کر سکتے بلکہ یزید کی طرح ظلم وایذاء کے مرتکب ہوتے ہیں پس سلطنت وحکومت ان کے حق میں وبال ہے۔ عبداللہ بن المبارک سے کسی نے پوچھا کہ آدمی درحقیقت کون ہیں فرمایا کہ علماء ہیں۔ پوچھا کہ بادشاہت کس کو ہے فرمایا کہ جو دنیا سے بیزار ہیں پوچھا کہ پھر ادنی درجے والے کون ہیں فرمایا کہ جو دین بیچ کر دنیا کھاتے ہیں الحاصل آدمی فقط عالم کو قرار دیا۔ کیونکہ آدمی کی پیدائش فقط کمال معرفت خالق عزوجل ہے اور یہ بدون علم کے ممکن نہیں ہے۔ مشکواۃ وغیرہ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ رات میں ایک ساعت علم کا درس کرنا تمام رات کی عبادت سے بہتر ہے اور یہ مضمون حضرت ابوہریرہؓ وایک جماعت سلف سے شیخ حافظ ابن کثیرؒ نے تحت تفسیر قولہ **یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ماخلقت ھذا باطل**......الآیہ......نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابن مسعود وابن عمرؓ نے علم حاصل کرنے کی بابت بہت تاکید فرمائی کہ سیکھو اور اللہ تعالی طالب علم کو محبت کی چادر اڑھاتا ہے............ اور اس سے چھینتا نہیں اگر وہ گناہ کرتا ہے تو اس سے اپنا راضی نامہ کر لیتا ہے یعنی وہ علم سے خوف کھا کر توبہ کرتا ہے پھر دوبارہ سہ بارہ ایسا ہی ہوتا ہے تا کہ اس سے چادر نہ چھینے اگر چہ گناہوں سے اس کو موت

اگر چہ تو بیکار پتھر مرمر ہے لیکن کسی صاحب دل کے پاس پہنچے گا تو گوھر بن جائے گا

آ جاوے الحاصل اکابر متقدین واولیاء صالحین سے اس کی فضیلت میں بہت کچھ ثابت ہوا ہے اور میں نے بہت اختصار کیا اور عرض یہ ہے کہ خود دیکھیں کہ کدھر ہر دم وہر لحظہ جاتے ہیں ساعت بساعت ان کی عمر رواں ہے منزل دور دراز ہے اور توشہ وزاد سے بے فکر ہیں وہاں ہولناک معاملہ سامنے ہے۔ پس آنکھیں کھولو جاگو ورنہ موت تم کو جگا دیگی اس وقت وہ ملک نظر آئے گا اور اس وقت تمھارا جاگنا بے فائدہ ہوگا اور اب تم کو آنکھیں علم کے سوا کسی چیز سے نہ ملیں گی پس علم سیکھو اور اس کا سیکھنا جہاد وغیرہ سب سے مقدم ہے دیکھو اللہ تعالی نے فرمایا۔ **فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين** یعنی سب مسلمان جہاد کو نہ جاویں یوں کیوں نہیں کیا کہ ہر گروہ میں سے ایک ٹکڑا جاتا تاکہ دین میں سے فقہ حاصل کرتے مترجم کہتا ہے کہ پوری آیت یہ ہے۔ **ماكان المؤمنون لينفروا كافة فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون** یعنی مومنوں کو زیبا نہ تھا کہ سب کے سب جہاد کے سفر میں چلے جاویں سو کیوں نہیں گیا ہر فرقہ سے ان کا ایک ٹکڑا تاکہ فقہ حاصل کرتے اور تاکہ عذاب الہی سے ڈرساتے اپنی قوم کو جب وہ جہاد سے لوٹ کر ان کے پاس آتے اس امید سے کہ سب اللہ تعالی کی ناخوشی کے عذاب سے پرہیز رکھیں۔ علماء تفسیر کے یہاں دو قول ہیں اور دونوں طرح علم دین حاصل کرنے کی فضیلت ظاہر ہے۔

۱...... ایک قول تو یہ ہے کہ آیت سریہ کے حکم میں ہے اور سریہ وہ لشکر کہلاتا تھا جس میں آنحضرت ﷺ بذات خود تشریف نہیں لے جاتے تھے اور

۲...... دوسرا یہ ہے کہ لشکر کبیر کے حق میں نازل ہوئی یعنی جس میں خود آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے پس دوسرے قول پر یہ معنی بیان ہوئے کہ تمام مومنین اگر ساتھ نہیں جاسکتے تھے سو اس وجہ سے کہ اہل وعیال ضائع نہ ہوں اور گرد ونواح کے صوبوں والے جو ہنوز مشرف باسلام نہ ہوئے تھے میدان خالی پا کر لوٹ مار نہ کریں پس سب کا جانا مصلحت نہ تھا تو اچھا یہ کیوں نہیں کیا گیا کہ ہر قبیلہ وکنبہ کا ایک ٹکڑا سفر میں ساتھ جاتا اس غرض سے کہ سفر میں جو احکام قرآن نازل ہوئے ان کی فقاہت حاصل کرتے اور خود دین میں فقیہ سمجھدار ہوتے اور اس غرض سے کہ اپنی قوم کو جو وطن میں رہی تھی ڈرساتے جب سفر سے ان کے پاس واپس آتے اس امید پر کہ قوم والے یا سب کے سب اللہ تعالی کے عذاب سے پرہیز رکھیں یعنی جس چال وچلن وخیالات وبرتاؤ سے اللہ تعالی کی ناخوشی ہوتی ہے اس سے بچے رہیں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اگر جہاد

وقت محنت می بری ز اللہ بو   چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو

سے ایک طرح معافی بھی ہے تو دین کی فقہ حاصل کرنے سے معافی نہیں ہے پس وہ موکد ہے اور حدیث میں بھی آیا کہ طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة۔ یعنی علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ اس حدیث کی اسناد میں اگر چہ کچھ کلام ہے لیکن بقول شیخ زرقانیؒ کے حدیث حسن الاسناد ہوگئی ہے۔ اور یہ بیان آگے آئے گا کہ فرض کس قدر علم ہے اور دوسرا قول کہ آیت سریہ کے حق میں ہے اس کا بیان یہ ہے کہ بعض یہود وغیرہ منافقون کے بہانہ وحیلہ وجھوٹی قسموں کے عذر کا حال جب عالم الغیب عزوجل نے نازل کردیا تو سچے مسلمان جن کو حقیقت میں بدنی تکلیف بیماری وغیرہ کا کچھ عذر بھی تھا اپنے اوپر نفاق کا خوف کر کے ڈرے اور سب کے سب آمادہ ہوئے کہ اب جو لشکر جائیگا ہم اس کے ساتھ جائیں گے تو سریہ کے ساتھ جانے میں بھی یہی قصد ہوا حالانکہ یہاں جو احکام آنحضرت ﷺ پر نازل ہوتے وہ خالص معظم صحابہ جو حاضر ہوتے وہی جانتے اور دور دور والی قوموں کو خبر نہ ہوتی حالانکہ افضل یہ معرفت وعلم فقہ ہے تو اللہ تعالی نے انکار فرمایا کہ یہ سمجھ ٹھیک نہیں ہے کہ سب چلے جائیں یوں کیوں نہ ہو کہ ہر فرقہ میں سے چند ایک جائیں اور باقی یہیں رہیں تاکہ جو احکام نازل ہوں انکو آنحضرت ﷺ سے یہاں والے حاضرین سمجھ لیں اور قوم والے جو سفر میں گئے ہیں جب وہ واپس آئیں تو ان کو سنا دیں تاکہ سب کے سب اللہ کی ناراضگی سے بچے رہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ علم دین وفقاہت کو جہاد پر ترجیح ہے اور کیوں نہ ہو کہ جہاد کرنے سے مال مقصود نہیں چنانچہ ہزاروں صحابہ اس مال کی چیزوں کو صدقہ کر دیتے تھے خصوصا موتی وجواہرات زمرد۔ ہیرا۔ لعل یاقوت اور ریشمی لباس وجڑاؤ پٹکے وغیرہ اور یہ بکثرت روایات میں مذکور ہے پھر مال مقصود نہیں تو کافروں کی جان مارنا بھی کچھ مقصود نہیں ورنہ پہلے ان کو ہر طرح سے سمجھانا بجھانا راہ بتلانا اور ان کو وعدہ دینا کہ اگر تم اللہ تعالی کی وحدانیت مان لو تو ہمارے بھائی ہو ہمارا تمھارا ایک حال ہے اور نہ مانو تو ملکر ہماری ذمہ داری میں رہو مگر فساد وظلم نہ کرو تو بھی ہم تمھارے نگہبان ہیں تم اپنے دین پر رہو دیکھو ہم کیسی سچائی وخوش اخلاقی سے اپنے پروردگار کی بندگی کرتے ہیں اور دیکھو کہ ہم دنیا کو بالکل ملعون وناچیز سمجھتے ہیں اور یہ تمام مال ودولت بے انتہا سب ہیچ وپوچ جانتے ہیں یہاں عیش وآرام نہیں چاہتے کیونکہ ہم کو وہ آنکھیں اللہ تعالی نے دی ہیں کہ ہم آخرت کا ملک دیکھتے ہیں اور اس کے لیے یہاں نیک اعمال کا ذخیرہ جمع کرتے ہیں اس وجہ سے اس زندگی کو غنیمت جانتے ہیں ورنہ بحکم قولہ تعالی منهم من قضی نحبه ومنهم من ينتظر ۔ ہم کو خوشی خوشی موت کا انتظار ہے تم

خود دیکھو گے کہ بیشک ان کو علم پاک دیا گیا ہے اور بے شک نورانی عقل کے موافق اپنے خالق عز وجل کی اچھی اطاعت کرتے ہیں پس تم خود جہالت چھوڑ دو گے اور اس طرح تین مرتبہ سمجھاتے تھے پھر اگر نہ مانو تو ہم تلوار نکالتے ہیں کیونکہ خالق عز وجل نے ہم کو حکم دیا ہے کہ تم ایسے ظالموں مفسدوں جاہلوں کو اس حالت پر نہ چھوڑو کیونکہ تمھاری ذات سے کروڑوں مخلوق آدمی و جانوروں و پرند و چرند پر ایذا و ظلم ہے تو ان کروڑوں کی جانیں ضائع ہونے سے یہ بہتر ہے کہ تم میں سے تھوڑے ضائع ہو کر باقی علم کی راہ پر آ جائیں پس مقصود اس کا بالکل علم تھا۔ ارے یہ نہیں دیکھتے کہ جب فتح پاتے تھے تب بھی ان کو ان کے دین پر رہنے دیتے تھے مگر تابع رکھتے تھے اگر قتل کا قصد ہوتا تو اب بالکل مار ڈالتے اگر چہ حضرت موسی علیہ السلام کی شریعت میں بعد فتح کے یہی حکم تھا اور اللہ تعالی اپنی مخلوق کو خوب جانتا ہے کہ کفار سیدھے ہونے والے نہ تھے بہر حال جب جہاد سے مقصود یہی ہے کہ اللہ تعالی کا کلمۂ توحید بلند ہو اور سب یہی معرفت پائیں تو علم مقصودِ اصلی ہوا......

الغرض طلب علم کے لیے اس آیت میں بھی حکم ہے کہ۔ **فاسئلو اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون بالبينات والزبر** ۔یعنی اگر تم بینات وزبر دریافت کرو یعنی معلوم کرو کہ آیات الہی میں کیونکر حکم ہے اور حدیث میں اس کا حکم کس طرح آیا ہے یا ان دونوں سے کس طرح یہ حکم نکالا جاتا ہے اور اس سے فائدہ یہ ہے کہ لوگوں کی باتیں مان لینے کا حکم نہیں دیا بلکہ یہ حکم دیا کہ اللہ تعالی واس کے رسول صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ اجمعین کا حکم مانو کیونکہ یہود اور نصارے جو اپنے عالموں و درویشوں کا کہنا اپنے اوپر فرض سمجھتے تھے ان کو صریح آیت میں مشرک فرمایا ہے تو مومنوں کو حکم دے دیا کہ لوگوں کا قول مت پوچھو بلکہ یہ پوچھو کہ اللہ تعالی ورسول اللہ ﷺ کا حکم وحی کیونکر ہے لہذا استفتاء میں جو لکھا کرتے ہیں کہ علماء دین ومفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں اس کو یوں لکھنا بہتر ہے کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول پاک ﷺ کا حکم اس واقعہ میں کیونکر تم کو معلوم ہے تا کہ علم الہی حاصل ہو جس کے واسطے حکم ہے اور حدیث صحیح مسلم میں ہے کہ من سلک طریقا یطلب فیہ علما سلک اللہ بہ طریقا الی الجنۃ۔ جو کوئی کسی راہ پر اس غرض سے چلے کہ علوم الہی میں سے کوئی علم اس کو ملیگا اس کی جستجو میں چلے تو اللہ تعالی اس سے اس کو جنت کی راہ چلا دیگا۔ یعنی اس کا یہ چلنا جنت کی طرف راہ چلنا ہوگا پس اس نے جنت کا راستہ اتنا طے کر لیا۔ امام احمد وحاکم کی روایت میں ہے کہ طالب علم کی رضاء کے لیے فرشتے پر بچھاتے ہیں۔ واضح ہو کہ مخلوق جس کیفیت سے ہے وہ از راہ خلقت اسی حال پر ہے پس فرشتہ یہ کام خالص نیت سے اللہ تعالی کے واسطے کرتے ہیں جس طالب

علم کو رضوان الٰہی ملتا ہے اور ملائکہ کو بھی ملتا ہے اور نفس کا دیکھکر خوش ہو جانا کچھ چیز نہیں اور نہ اس کا کچھ نفع حاصل ہے پس یہ مقام سمجھ لو۔ ابن عبدالبر و ابن ماجہ کی روایت سے ثابت ہے **کہ سو رکعت نفل پڑھنے سے علم کا ایک باب سیکھنا بہتر ھے** ۔ اور ابن حبان کی روایت سے ثابت ہے کہ دنیا و مافیہا سے اچھا ہے۔ اور پہلے حدیث گذری کہ علم طلب کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے دارمی وغیرہ کی روایت مشکوۃ میں بھی ہے کہ جس آدمی کو ایسے حال میں موت آئے کہ وہ اسلام زندہ کرنے کے لیے علم سیکھتا ہو تو جنت میں اس کے اور انبیاء کے بیچ میں فقط ایک درجہ کا فرق ہوگا اس بارہ میں آثار حضرت ابن عباس و ابو الدرداء و حضرت عمر و اور ابن ابی ملیکہ و ابن المبارک و شافعی و عطاء و مالک وغیرہم جماعت کثیر سلف سے مروی ہے اور علم تعلیم کرنے کے بارہ میں بھی آیات و احادیث بہت ہیں مانند قولہ تعالی یعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم ۔ یعنی ایسا رسول بھیجا جو ان کو کتاب و حکمت سکھلاتا ہے اور ان کو پاک بتاتا ہے۔ اور قولہ اذا اخذاللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولاتکتمونہ . اور قولہ من احسن قولا ممن دعا الی اللہ ۔ یعنی اس سے اچھی بات کس کی ہے جو راہ الٰہی کی طرف بلائے یعنی تعلیم فرمائے۔ اور حدیث میں ہے کہ جاہل کو نہیں چاہیے کہ اپنی جہالت پر چپکا بیٹھا رہے اور عالم کو بھی نہ چاہیے کہ جان بوجھ کر خاموش بیٹھا رہے یعنی وہ سیکھے اور یہ سکھلائے۔ صحاح کی حدیث میں ثابت ہے کہ بعض صحابہ آپ میں تعلیم دیتے تھے اور بعضے عبادت کرتے تھے تو آنحضرت ﷺ نے دونوں کو دیکھ کر کہا کہ نیک کام میں ہیں لیکن عابد تو مانگتے ہیں چاہے دے یا نہ دے اور یہ تعلیم کر کے عام نفع پہنچاتے ہیں اور خود انہی اہل علم و تعلیم کی مجلس میں بیٹھے اور ایک روایت سے ثابت ہے کہ تعلیم والوں کو خوشخبری دی اور آمادہ کیا اور فرمایا کہ میرا مبعوث کیا جانا فقط اسی تعلیم کے لیے ہے اور اس حدیث سے صریح ثابت ہوا **کہ اسلام میں بعثت کا اصلی مقصود تعلیم ھے** اور یہی حال جملہ انبیاء مثل موسیٰ و یوشع و داؤد علیہ السلام وغیرہم کا ہے اور جہاد اصلی غرض نہیں ہے بلکہ بضرورت ہے۔ اور جس نے یہ گمان کیا کہ اسلام میں قاعدہ ہے کہ بزور شمشیر مسلمان کیا جائے تو یہ شخص محض جاہل ہے اس نے لفظ اسلام کے معنی بھی نہیں سمجھے بھلا یہ بہتان اپنی جہالت سے کیوں باندھا......

ارے مغرور اسلام تو دل سے توحید پر ایمان لانے کا نام ہے اور صورت کا مسلمان یا زبان کا مسلمان جو دل سے توحید کا معتقد نہ ہو وہ مسلمان نہیں ہے پس بزور شمشیر زبان و صورت کو اسلام دے

وقت محنت می بری زاللہ بو　　چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو

کر کیا کریگا دیکھو اللہ تعالی نے فرمایا۔ **ومن الناس من یقول آمنا بالله وبالیوم الآخر وماهم بمؤمنین** یعنی بعضے لوگ خالی زبان سے کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالی وروز قیامت پر ایمان لائے حالانکہ وہ ہرگز کچھ بھی ایمان والے نہیں ہیں۔ دیکھو جو خود کہتے تھے ان کو تو اسلام نکالے دیتا ہے کہ ناپاک جھوٹے ہیں تو بھلا زبردستی کلمہ کہلا کر کیوں داخل کریگا ہاں بزور شمشیر تو جسم تابع کیا جاتا ہے کہ ظالمانہ قانون وجور وستم نہ کرنے پائے تاکہ خلق خدا امن وعافیت سے علم سیکھے اور جہاد سے تو تعلیم دینا یا فساد کرنے سے باز رکھنا یہی مقصود ہے اور جب یقین کامل ہے کہ دنیا فانی اور آخرت باقی ہے عیش وآرام بس وہیں ہے تو اس جہاد سے بہت بڑے منافع ظاہر ہیں اب دیکھو کہ طعنہ دینے والے نے کیسی الٹی بات بنائی اور بہتان باندھا۔ وقولہ تعالی **ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون** ۔یعنی پڑھنے پڑھانے سے اثر ہوگا تو علماء ربانی ہو جاؤ۔ اس آیت سے نکلا کہ پڑھانے والا بھی پڑھانے سے یہ فیض پاتا ہے کہ عالم ربانی ہو جاتا ہے۔

الغرض علم کی فضیلت اور عالم کی بزرگی و پڑھنے و پڑھانے کے فضائل جس میں سے ادنی فضل تمام دنیا و مافیہا سے افضل ہے حضرت سید المرسلین صادق کی احادیث اور کتاب الہی کے آیات وسلف کے اخبار سے بہت کچھ ثابت ہیں راقم نے انہی چند روایات پر اقتصار کیا کہ جن لوگوں کے حق میں سعادت ازلی سابق ہو چکی ہے ان کو تھوڑا بھی بہت کفایت کرتا ہے ورنہ بدبخت کو بہت بھی تھوڑا ہے۔

بیان در تقسیم علم:.......

اب مختصر بیان علم کی تقسیم کا پیش کیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ علم کا اصلی فائدہ یہ ہے کہ مخلوق ناچیز اپنے خالق عز وجل کو پہچانے اور یہ مراد اس وقت حاصل ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو پہچانے اس واسطے بعض بزرگوں کا قول ہے کہ جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ اور اپنی پہچان میں سے ادنی یہ ہے کہ وہ ایک مخلوق ہے جو اپنی پیدائش میں اپنا اختیار نہ رکھتی تھی۔ اور صحت وتندرستی قائم رکھنے یا بیماری زائل کرنے میں محتاج ہے حتی کہ ہر کام میں اس کو اپنی محتاجی ظاہر ہوگی پھر عمر بڑھنے اور بڑھاپا پیدا ہو جانے اور آخر مر جانے میں بالکل مجبور ہے تو یہ افعال کسی فاعل کی شان ہیں اور یہ کام کسی کرنے والے مختار کی قدرت ہیں کوئی مخلوق بڑا کوئی چھوٹا کوئی کالا کوئی گورا کوئی کسی حال میں خوش اور کوئی اس کے برعکس

مصیبت کے وقت تو اللہ کا پتہ لگا لیتا ہے، جب وہ ختم ہوئی تو کہتا ہے راستہ کدھر ہے

محظوظ کسی خود مختار قدرت والے کی شان کے نمونہ ہیں تو جیسے محسوسات ظاہری اس کے مخلوق ہیں ویسے ہی عقل باطن وحواس باطنی بھی اسی کے مخلوق ہیں پس عقل جو چیز اپنے تصور وخیال وقیاس میں بنادے وہ خالق جل شانہ پر صادق نہ ہوگا۔ وہ تو اس مخلوق عقل کا مخلوق مصور ہے تو خالق عزوجل وہ ہے جو عقل کے تصرف سے اعلی واجل ہے اب بھلا عقل اس کی تعریف کیا بیان کرے گی کہ وہ کیسا ہے اس واسطے جو لوگ ایسے گزرے کہ ان کو عقل کا دعوے تھا انہوں نے اپنی عقل ہی پر بھروسا کیا کہ خالق عزوجل کی شان کو بھی تصور کرسکتی ہے۔ ان کی حماقت معرفت میں یہیں سے ظاہر ہے اور ہر شخص اقرار کرتا ہے کہ جس چیز کو وہ نہیں پہچانتا اس کی صفتیں نہیں بیان کرسکتا حالانکہ تمام مخلوقات کسی نہ کسی بات میں باہم شرکت رکھتی ہیں اور نہ سہی اتنا تو ہے وہ بھی مخلوق اور یہ بھی مخلوق ہے برخلاف اس کے خالق عزوجل بالکل مخلوق سے جدا وکچھ بھی شرکت نہیں ہے۔ وہ قدیم یہ حادث وہ خالق یہ مخلوق وہ بے ابتداء بغیر انتہا لازوال ہے اور یہ حادث فانی عاجز محتاج ہے تو ضرور ہوا کہ وہی اپنے فضل سے مخلوقات کو اپنی صفات سے آگاہ فرمائے اور کس طرح ہم اس کی تعریف کریں ہم کو بتلائے اور کس طرح اس کی تعظیم وعبادت کریں سکھلائے اور جہاں تک ہماری سمجھ پہنچے ہم کو ہمارا آغاز وانجام بتلادے چنانچہ اس کریم جواد غفور رحیم نے اپنے فضل سے ہماری جنس سے اپنا رسول بھیجا اور اس پر اپنی کتاب نازل فرمائی تو ہم کو معلوم ہوا کہ **بحکم قولہ تعالی ماخلقت الجن والانس الالیعبدون** ۔ہم لوگ اس لئے پیدا ہوئے ہیں کہ اپنے خالق کو پہچان کر اس کی عبادت کریں اور اس کی خلقت بے انتہاء ہے صرف یہی زمین نہیں ہے اگر چہ ہمارے حواس تو آسمان سے آگے متحیر ہیں عقل کچھ کام نہیں کرتی کہ آخر آگے کہیں حد ہے یا نہیں ہے پھر ہم کو اپنی پاک صفات بتلائیں جن کو ہماری عقل نے اپنی آنکھوں میں جگہ دی اگر چہ اس کو خود ادراک کی مجال نہیں اور وہ بیچاری حادث ہے اس کو قدیم کے برداشت کرنے کی تاب کہاں ہے اس واسطے اہل الحق نے بغیر چون وچرا کے اعتقاد پر استقامت اختیار کی۔ پھر اپنی حمد وثنا اور تعظیم کا طریقہ بتلایا جس پر ہم صدق کے ساتھ عمل کریں اور آخر اپنا فضل عظیم یہ ظاہر فرمایا کہ جو تم کرو اس کا ثواب تم ہی کو ہے اور ادنی ثواب اس کا جنت ہے اور دنیا سے جب بندہ بن کر نکلو اور لازما نکلو گے تب یہ اجر پاؤ گے۔ پھر دنیا میں تمہاری بندگی سے تمہاری عقل وروح خوش ہے اور نفس وشیطان دشمن ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک کے لیے اسباب ہیں کھانے پینے کی خواہش وسردی وگرمی وزینت وآرائش ومزہ ولذت وفخر وتکبر وخوف ودہشت اور سانپ

بچھو وغیرہ موذیات کا اندیشہ اور لہو ولعب کے کرشمہ اور طرح طرح کی رنگ برنگ چیزیں جن سے کبھی سیر نہ ہو ہمیشہ نئی نئی خواہشیں وجلسہ وآرائشیں آخر موت آگئی اور آنکھ کھلی تو سب ہیچ تھا اس کا کچھ وجود نہ رہا یہ سب فانی ہیں ان کے لیے بڑی بڑی کوششیں سب برباد ہوگئیں اس وقت افسوس بے فائدہ ہے اب ظاہر ہے کہ اللہ تعالی نے بندوں کو ہر طرح علم دے دیا بس اکثر بندے تو شکر کی جگہ کفر کر کے اس دنیا کو چند ہی دن سہی آراستہ کرنے لگے اور ظاہر۔ہے کہ ہر آرائش کے لیے پہلے اس کا علم سیکھا پھر یہ نتیجہ حاصل ہوا تو یہ علم اور اس کا نتیجہ دونوں خراب ہیں کہ بعد موت کے دونوں میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا اور **جس بدن کی آرائش وآسائش کی تھی وہ سڑگیا پس یہ قسم علم کی علم دنیاوی ھے** اور دوسرا بندہ جس نے کتاب الٰہی وسنت رسول کی تعلیم پائی اور حق تعالی نے اس کو سمجھ عطا فرمائی اس نے روح وعقل کو آراستہ کیا اور معرفت الٰہی سے مقبول ہو کر ذخیرہ سعادت اخروی جمع کیا اس کی آنکھ کھلی تو حد سے زیادہ مقام کرامت ومنزلت دیکھا تو یہ علم واس کا نتیجہ دونوں نہایت خوب ہیں اور یہ فضل الٰہی سے ہزار شکر اس پر نثار۔وقد قال تعالی ما کان لنفس ان تومن الا باذن اللہ ویجعل الرجس علی الذین لایعقلون ۔اسی علم کی اول ہم تعریف لکھ چکے اور اسی علم کے عالم بڑی کرامت والے ہیں۔یہی اصل حکمت ہے اور فرمایا حق تعالی نے۔ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا. جس کو حکمت عطا ہوئی اس کو بہت بھلائی کثرت سے دیدی گئی اسی علم کے عالم بننے کا حکم ہے۔بقولہ تعالی کونو ربانین۔**حضرت علی وابن عباس وحسن بصری نے تفسیر میں کھا کہ علماء فقھاء حکماء ھوجاؤ** ۔اسی فقہ کے لیے اس آیت میں حکم دیا تھا قولہ تعالی لیتفقھوا فی الدین ۔اور اسی علم کی نسبت حکم دیا بقولہ ﷺ طلب العلم فریضۃ الحدیث ۔یعنی ہر عورت ومرد مسلمان پر علم سیکھنا فرض ہے اور اسی علم کا نتیجہ وہ معرفت ہے جس کے واسطے ہماری پیدائش ہے بقولہ تعالی ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اے لیو حدوننی اولیغرفوننی یعنی ہم نے جن وانس کو اس واسطے پیدا کیا کہ ہماری توحید پر مستقیم ہوں۔اب یہاں کچھ اوہام وسوالات پیدا ہوتے ہیں۔اول یہ کہ جب ہماری پیدائش فقط اسی لیے ہو کہ ہم توحید وعبادت ہی کرتے رہیں تو سوائے اس کے جتنے کام ہیں حتی کہ کھانا پینا وسونا ونوکری وتجارت وغیرہ سب ممنوع ہوں گے۔تو اس سوال کے جواب کو بتوفیق الٰہی ہم فی الجملہ وضاحت سے بیان کرتے ہیں جاننا چاہیے کہ یہ وہم

محبوب کا حسن ہی عاشقوں کا مدرس بن گیا ہے۔ان کی کتاب اور درس اور سبق اس کا چہرہ ہوتا ہے

خالی عبادت وتوحید کے معنی نہ جاننے سے پیدا ہوا ہے کیونکہ وہم یہ ہوا کہ عبادت الہی فقط چند الفاظ مخصوصہ ہیں مانند نماز وروزہ وحج وزکواۃ وغیرہ کے حالانکہ عبادت تو یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالی نے بندہ کا چال چلن پسند فرمایا ہے اس کے موافق برتاؤ کرے تو اس نے بندگی کی اور ایمان سے یہ ثابت معلوم ہو چکی کہ بندوں کے لیے یہ تمام دنیا مخلوق ہے اور بندے آخرت کے لیے مخلوق ہیں پس دنیا ان کے لیے آخرت کے درجات حاصل کرنے کا کھیت ہے۔ تو دنیا میں تصرف جب تک بنظر آخرت ہو محبوب الہی ہے اور جب اپنے نفس کی خواہش پر کام کیا تو یہی بے کاری ہے اور حق تعالی نے نفس کے لیے حظوظ وحقوق مقرر فرمائے ہیں یہ نہیں ہے کہ نفس کی کوئی خواہش اس کو مت دو بلکہ اس کے حدود ہیں جن کو علم والے جانتے ہیں وقد قال تعالی **تلک حدود اللہ یبینھما لقوم یعلمون** .... یعنی یہ حدیں اللہ تعالی کی مقرر فرمائی ہیں ان لوگوں کے لیے ان کو بیان فرمایا ہے جو علم رکھتے ہیں پس علم یہاں ایمان کا دل میں یقین کامل راسخ ہو کر روشن کرنا ہے کیونکہ اگر ان حدود کو جانتے تو بیان کی حاجت نہ تھی۔ اور حدیث میں ہے کہ اسلام میں نصرانیوں کی طرح راہب ہونا نہیں ہے۔ تو نفس کو بھوک وپیاس سے ضعیف کر دینا وغذا نہ کھانا اور خصی ہو جانا وغیرہ کچھ نہ ہوگا بلکہ فرمایا کہ میری امت کا راہب بننا یہ ہے کہ جہاد کریں پس جہاد کے لیے ایسا مضمحل بننا نہیں بلکہ خوب تندرست وقوی ہونا لازم ہے حتی کہ فتاوی عالمگیری ودیگر کتب میں مخصوص ہے کہ مثلث وغیرہ بغرض جہاد کی قوت کے کھانا وپینا جائز ہے جب تک حرام چیز نہ ہو۔ اور خود اللہ تعالی نے فرمایا۔ **کلوا من الطیبات واعملوا صالحا** ۔ اور قولہ **احل لکم الطیبات** وقولہ **والطیبات من الرزق**۔ جملہ لذیذ وپاکیزہ چیزیں کھانے پینے کا حکم دیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ کام نیک کرو اور خود حدیث میں ہے **ان لنفسک علیک حقا** ۔ تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اور بعض حضرات صحابہؓ نے چاہا تھا کہ سونا' کھانا ولذائز اور قربت نساء وغیرہ ترک کر دیں تو ان کو بشدت منع فرمایا حتی کہ مروی ہے کہ ان سے کہا کہ تم کو میری اتباع کرنا ہے یا نہیں ؟ سو میں تو یہ سب باتیں کرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ تعالی کی عظمت وجلال کا خوف رکھتا ہوں۔ اور کیوں نہیں کہ آپ نے دوزخ وبہشت سب کو ملاحظہ فرمایا تھا۔ عظمت وشان کبریائی میں عارف وولی وصدیق سے بڑھ کر رسول بلکہ اشرف الرسل بلکہ خیر الخلق تھے صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ تو نفس کو اس طرح ہلاک کرنا خلاف طریقہ رسول قرار دیا اور بے شک جس نے اعضاء وحواس کا شکر ادا نہ کیا اس نے جہالت کی بناء پر ان کی

قرب حق از حبس ہستی رستن است   قرب نے بالا نہ پستی رفتن است

کچھ قدر نہ جانی کیونکہ عجیب حکمت الہیہ اس خلقت میں نمایاں ہے کہ انہیں سے محبت حق سبحانہ وتعالی بواسطہ ادراک لذائذ وطیبات مستوجب شکر منعم محسن کے دل میں ساری ہوکر بذریعہ معرفت عقلی کے توحیدی ایمان پر ثابت ہوتی ہے کہ بندہ اپنے اعضاء وجوارح کو عبادتوں ومناجات میں بصبر وتحمل لگاتا ہے اور آخر میں بندہ کے اعضاء خود مطیع وباعث ہوتے ہیں اور یہ مرتبہ صلاح وتقوی ہے اور جس نے اس سے پہلے ان کو ضائع کیا وہ جاہل گمراہ ہے کیا نہیں دیکھتے کہ اگر نفس کے تباہ کرنے میں کمال ہے تو بھوکا رہ کر مرجانے والا ولی ہوکر مرتا حالانکہ سب مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اپنی جان آپ مارڈالنے والا جہنمی ہے۔ فقہ میں ثابت ہوا کہ نفس کو زندہ رکھنے کے لیے فقیر کو کمائی کرنا واجب ہے اگر کرسکتا ہو ورنہ آخر بھیک مانگنا فرض ہے ورنہ مرجائیگا تو جہنمی ہوگا اور اگر یہ طاقت نہ ہو تو جس مسلمان کو اس کے حال سے اطلاع ہو اس پر خبر گیری اس قدر کہ مرنہ جائے فرض ہے چنانچہ یہ سب فتاوے میں مصرح ومنقول ہے۔

اسی طرح نماز میں ستر عورت فرض ہے لقولہ تعالی: خذوا زینتکم عند کل مسجد: الآیـــــہ. اور شدتِ حاجت کے وقت نکاح واجب ہے پھر اہلیہ کا نفقہ اور اولاد کا نان ونفقہ وغیرہ فرض ہے تو اب ظاہر ہوا کہ جو امر فرض کردیا گیا ہے اگر وہ بغیر دوسری چیز کے ادا نہیں ہوسکتا ہے تو یہ چیز بھی ضمنا فرض کردی گئی ہے چنانچہ اہل العلم نے کہا کہ مقدمۃ الواجب واجب۔ مثلاً مسجد میں نماز بجماعت واجب ہے، تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں جب کبھی اتفاق سے ہم مسجد میں ہوں اس وقت نماز قائم کی جائے تو ہم پر جماعت واجب ہے بلکہ اذان سن کر حاضر ہوکر جماعت میں شامل ہو اور یہ بغیر چلنے کے ممکن نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ اس کے لیے جانا بھی واجب ہے اور تم نہیں دیکھتے کہ حدیث میں مسجد جانے کے ہر قدم کا ثوابِ جمیل ارشاد فرمایا ہے اس کے لئے دور کے گھر سے آنے میں زیادہ ثواب ہے۔ پس نماز کے لیے نفس کی اتنی غذا کہ ادا کر سکے واجب ہے اور یہ چیز کسی کمائی کے حیلہ سے ممکن ہو تو کمائی واجب ہے اور حیلہ جب بغیر تعلیم ممکن نہیں تو یہ علم بھی واجب ہوا جبکہ اس سلسلہ میں ضرورت ہو۔ اب ہر شخص جانتا ہے کہ فرض وواجب وسنت ومستحب یہ نام ان اعمال صالحات کے ہیں جن پر آخرت میں اجر جمیل وثواب جزیل ہے اور قولہ واعملو صالحا کے تحت میں داخل اور ثواب برضاء الٰہی ملتا ہے تو اس کی رضا پر یہ برتاؤ ہوا اور اسی کو عبادت کہتے ہیں۔ (جاری ہے...................)

قرب کے لئے اوپر یا نیچے جانا نہیں ہے، اللہ کا قرب وجود کی قید سے چھوٹنا ہے۔